

محترم شریا بتول ایم۔ اے عربی، اسلامیات
لیکچرار گولڈنٹ گریڈ کالج۔ گوجرانوالہ

خاندانی منصوبہ بندی

فی زمانہ ایک نعرہ کی گونج ہمیں ریڈیو، ٹیلی ویژن، ہوائی اخبارات غرض جام ذرائع ابلاغ سے بکثرت سنا کی دے رہی ہے۔ اور اس کے لئے خود حکومت ہر ممکن حد تک پروپیگنڈا کر رہی ہے کہ ”بچے دوتے سکھ ہزار“ قوم دی ایہہ مجبوری اے، وقفہ بہت ضروری اے۔ وغیرہ۔

اس مقصد کے لئے حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی (FAMILY PLANNING) کا باقاعدہ محکمہ قائم کر رکھا ہے۔ جو مانع حمل دوائیں، ٹیپے اور انجکشن مہیا کرتا ہے۔ عورت اور مرد دونوں کو یہ دوائیں استعمال کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اور مرنہ متاثر ہے کہ عام دوائیں بہت مہنگی اور عام آدمی کی دسترس سے باہر ہیں۔ جبکہ یہ دوائیں بہت سستی بلکہ تقریباً مفت مہیا کی جاتی ہیں۔ اس محکمہ کا وسیع پیمانہ پر لٹریچر شائع ہوتا ہے اور یہ بھی تقریباً مفت ہی مہیا کیا جاتا ہے۔

میں کوئی عالم فاضل نہیں، نہ ہی کوئی محقق ہوں۔ میں تو بس ایک گھریلو عورت ہوں۔ جس کا کام سپردہ سحر نمودار ہونے سے لے کر گھٹی رات تک اپنے شوہر، بچوں اور خانہ داری کے تمام کام سرانجام دینا ہے۔ اس لئے میں اس موضوع پر کوئی تحقیقی مقالہ سپرد قلم نہیں کر رہی بلکہ ایک گھریلو عورت کے جذبات و احساسات قلمبند کر رہی ہوں۔ میں نے اپنے کوتاہ فہم اور ناراسادماغ سے کافی عرصہ تک اس موضوع پر سوچا ہے، اسی کے حق میں جو دلائل دیکھے جاتے ہیں، ان کا بھی مطالعہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کی جو سادہ اور فطری تعلیم ہے، اپنی عقل و سمجھ کے مطابق اس سے بھی الگابہی حاصل

لے یہ مقالہ ۱۹۷۲ء میں سپرد قلم کیا گیا۔ اس وقت یہ پروپیگنڈہ زوروں پر تھا۔ پھر پورے سال بعد حکومت پاکستان نے سرکاری ملازمت میں آنے والی خواتین کو صرف تین ماہ زچگی (MATERNITY LEAVE) (دقیقہ برصغیر آئینہ)

کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہذا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس غیر فطری و غیر اسلامی تحریک کے مقابلے میں خاموش رہنا حیا، غیرت اور دینی حمیت کے منافی سمجھتی ہوں۔

خاندانی منصوبہ بندی کی یہ تحریک آج صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ عالمگیر ہے۔ امریکہ، برطانیہ، روس، جرمنی، فرانس بلکہ تمام ترقی یافتہ ممالک ایک عرصہ سے اس تحریک کے پرزور حامی و موید رہے ہیں۔ اور اب بھی وہاں منصوبہ بندی جاری ہے۔ آج پوری دنیا (الّا ماسرائیل) اس تحریک کی لپیٹ میں ہے اور ترقی یافتہ ممالک نے تمام نو آزاد مسلم ممالک میں اس کے حق میں زور شور سے پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ اس تحریک کے بڑے بڑے درج ذیل اسباب بیان کئے جاتے ہیں؛

۱۔ گاہے گاہے ماہرین و محققین، آیادی میں اضافہ اور خوراک میں کمی کے موضوع پر مذاکرے منعقد کرتے رہتے ہیں جس میں ساری دنیا کے مندوبین شریک ہوتے ہیں۔ دنیا میں ایک شور و غوغا برپا ہے کہ اگر آبادی میں اضافہ کی یہی رفتار رہی تو ایک ربع صدی کے بعد دنیا میں انسانوں کیلئے جینا دو جبر ہو جائیگا۔ تمام ممالک خوراک کے قحط کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ وسائل اور ذرائع پیداوار کی کمی اس اضافہ سے کسی طرح نمٹ نہیں سکے گی۔

۲۔ ڈاکٹر اس نظریہ کے پرزور حامی ہیں۔ ان کے ہاں ماں اور بچہ دونوں کی محنت کے لئے بچوں کی پیدائش کے درمیان وقفہ ضروری ہے۔ اگر کسی عورت کے بال بچے تھوڑے وقفہ سے پیدا ہوں تو نہ ماں ہی تندرست رہ سکتی ہے اور نہ وہ بچے ہی تندرست رہ سکتے ہیں۔

۳۔ تنخواہ اور آمدنی تو ایک سی رہتی ہے، ہر سال معمولی اضافہ ہوتا ہے، لیکن کنبہ میں تھوڑی دیر میں اتنا اضافہ ہو جائے تو ایسے کنبہ کے مالی حالات بڑے پریشان کن ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت کو لہو کے ہیل کی طرح جھٹے رہتے ہیں۔ مگر اخراجات میں کہ پورے ہونے میں نہیں نہیں آتے۔ ”بچے کم خوشحال گھرانہ“ آج کل کا مقبول عام نعرہ ہے جو بڑے بڑے دیواری اشتہارات کی صورت میں جا بجا نظر آتا ہے۔

۴۔ کثیر العیال میاں بیوی اپنے ذاتی مسائل میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ ملک اور قوم کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ ایسی عورت بیرون خانہ ملک کی کچھ خدمت نہیں کر سکتی۔ اس طرح ملک

دبقیہ حاشیہ) کا قانون پاس کیا۔ لہذا تھوڑی سی ترمیم کے بعد اب یہ مقالہ مجھے افسوس نہ لگنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

کی آدمی آبادی بیکار گھروں میں بیٹھی رہتی ہے۔ جس سے ملک بجا طور پر شاہراہ ترقی پر گامزن نہیں ہو سکتا۔

۵۔ اس سے بڑھ کر کچھ لوگ اس بات کے حامی ہیں کہ ہم میاں بیوی خود صحت مند ہیں اور اپنی صحت بہتر بنائیں۔ کیونکہ پوری عمر کے رفیق تو ہم ہیں، بچے چھپتے زیادہ ہوں گے، اتنی بیوی کی صحت طراب ہوگی۔ جسم بے ڈول اور بے ڈھنگا ہو جائیگا اور چہرے سے جاذبیت رخصت ہو جائیگی۔ دوسری طرف بچوں کے معیار کو برقرار رکھنے کے لئے بہت زیادہ مالی مشقت کرنا پڑے گی۔ جبکہ یہ جوان ہوتے ہی ہمیں چھوڑ کر اپنے الگ الگ گھر بانیں گے۔ تو پھر خواہ مخواہ زیادہ بچے پیدا کر کے ان پر اتنی شدید محنت کرنے کا کیا فائدہ؟ اپنی نامتناہی پوری کرنے کو دو بچے کافی ہیں۔

ایک عتر مرنے بڑی معصومیت سے فرمایا کہ اگر بھوک لگی ہو تو کھانا بڑا مزیدار لگتا ہے۔ لیکن بھوک نہ ہو تو کھانا چاہے کتنا لذیذ ہو، طبیعت اس سے ایک لقمہ بھی لینے پر آمادہ نہ ہوگی۔ یہی حال بچوں کا ہے۔ اگر بچے بلا ضرورت ہی آتے جائیں تو بند کرنے ہی پڑتے ہیں۔ ۶۔ عورتوں کا تو ایک عام استدلال یہ بھی ہے کہ جس طرح دوسری بیماریوں کا علاج کیا جانا ہے، اسی طرح بچے پیدا ہونا بھی ایک بیماری ہے اور اس بیماری کا علاج کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

۷۔ خود عورتیں چھوٹے چھوٹے بچوں سے بہت گھبراتی ہیں۔ کہ ایک طرف ماں خود حمل اور دلچسپی میں رہنے کی بنا پر بیمار رہتی ہے۔ دوسری طرف ایک بچہ ڈھائی سال کا، دوسرا ڈیڑھ سال کا، تیسرا پانچ چھ ماہ کا، اور چھ ماہ کا، اسی سے لو کر رکھنے کی بھی استطاعت نہیں۔ تو آخر اپنی بیماری کی حالت میں شوہر اور بچوں کے تمام کام کے ساتھ ساتھ گھر کا پورا دھندا سنبھالنا کیسے ممکن ہے؟ لہذا ایسی صورت میں عورت کو مانع حمل تجاویز اعتبار کرنا بڑا ضروری ہو جاتا ہے۔

ان دلائل پر غور کرنے سے پہلے ہمیں ذرا ٹھہر کر اس تحریک کے پس منظر پر غور کرنا ہوگا۔ یورپ میں احیائے علوم کی تحریک اور یورپ کی نشاۃ ثانیہ اپنے جلو میں جدید نظریات لے کر آئی، ان میں ایک نظریہ ”مذہب سیاست کی تفریق“ بھی تھا۔ جس کی رو سے مذہب ایک پرائیویٹ

چیز قرار پایا۔ اور جس کی انہوں نے اپنی اجتماعی زندگی میں کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی، بلکہ ان کے ہاں مذہب نام ہی اس عبادت کا تھا جو اتوار کے روز چرچ میں جا کر ادا کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر معاملہ میں وہ مذہب سے آزاد تھے۔ لہذا ان کی زندگی کسی قسم کی اخلاقی حدود کی پابندی نہ رہی۔

۲۔ اچانکے علوم کی تحریک سے روز افزوں ایجادات و انکشافات ہو رہے تھے۔ جس سے روپے پیسے کی ریل پیل ہو رہی تھی۔ زندگی کی آساکشوں میں اضافہ ہو رہا تھا، صنعت کاری فروغ پر تھی۔ جس سے ان کی مادی زندگی بڑی پھلی پھولی۔ مذہب سے بالکل آزاد رہ کر اس مادی ترقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ مادیات کے پروانے بن گئے۔ اپنے معیار زندگی کو بہتر بنانے اور اپنے لئے ہر طرح کا آرام و آساکش مہیا کرنے کے لئے تنگ و دوہڑھی، جس سے ضروریات زندگی میں بھی اضافہ ہو گیا اور صرت ایک مرد اپنے کنبہ کی برصحتی ہوئی ضروریات پوری کرنے سے معذور ہو گیا۔ لہذا عورتوں کو بھی معاشی میدان میں آنا پڑا۔ آپٹ و بیو کو قائم رکھنے کے لئے وہ دفتروں اور کارخانوں میں نکل آئیں۔ اسی معاشی تنگ و دوہڑ میں وہ پیدائش، المفال اور ربوبیت و پرورش بچگان کے فطری کام کیسے سرانجام دے سکتی تھیں لہذا وہ مائع حمل ادویات استعمال کرنے پر مجبور ہو گئیں۔

۳۔ جو شخص اپنے مال میں اپنی اولاد کو بھی شریک نہیں کر سکتا، اس کی نفس پرستی میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ چنانچہ اس حد سے بڑھی ہوئی خود غرضی اور مادیات پرستی نے ان سے وہ ایثار چھین لیا جو فرائضِ نسل کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ جبکہ ایک بچہ آخرِ حمل سے لے کر پیدائش تک اور پیدائش کے بعد تقریباً چار پانچ سال تک ماں باپ کی سمیت توجہ کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ لوگ اپنی آساکش کی بنا پر اس ایثار سے محروم ہو چکے تھے۔

۴۔ مذہب سے آزادی نے ان کو مادر پدر آزاد کر دیا تھا۔ چنانچہ تعیشت کے فروغ کی بنا پر وہ نفسانی خواہشات کا شکار ہو کر رہ گئے۔ جس سے آوارہ گردی، فحاشی، مریانی اور زنا کا رواج بکثرت پھیل گیا۔ مگر اس کے فطری نتائج کو روکنے کے لئے مائع حمل ادویات شروع ہو گئیں۔ اس محسوس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معیار زندگی بلند ہونے کی بنا پر عورتیں ضعیف ولادت پر مجبور کر دی گئیں۔ مگر بعد میں اس کے نتائج صرت یہاں تک محدود نہ رہے۔ اپنے معیار زندگی کو بہتر بنانا اور نین بچوں کو اعلیٰ تعلیم دے کر ان کا مستقبل شاندار بنانا، خود تمام عمر بچوں کے جھگڑوں

سے آزاد رہنا، اپنی بیوی کو تادمِ آخر دے دینا، اور یہ کہ بیوی صرف بچوں ہی کی ہو کر نہ رہ جائے۔ یہ تمام باتیں ان کو افزائشِ نسل سے روکنے لگیں۔ اس سے جہاں شرع پیدا کئی میں کی ہوئی، وہاں زنا اور دوسرے امراض ان میں بکثرت پھیلے اور قوم اخلاقی لحاظ سے بالکل بالآخر ہو کر رہ گئی۔

برطانیہ، فرانس، جرمنی، سویڈن، اٹلی وغیرہ جیسے تمام ترقی پزیر ممالک ضبطِ ولادت کی تحریک پر عمل پیرا رہے۔ پھر سب اپنی قوم کی فطری خطرناک حد تک کم ہوتے دیکھی اور دفاعِ وطن اور صنعتِ کاری کے لئے مزدوروں جیسی اہم ضروریات کے لئے ان کے پاس اشتیاق نہ رہے تو پھر دوبارہ افزائشِ نسل کی طرف توجہ دینے پر مجبور ہو گئے۔ اور نوبت یہ آئی جاسید کہ ایک خبر کے مطابق امریکہ کی ریاست مینیکو میں ایک عورت کے ہاں بیک وقت پانچ بچے تولد ہوئے کیونکہ وہ افزائشِ نسل کی دوا میں استعمال کرتی تھی۔

لیکن افسوس اب ہمارا ملک بھی اپنی ممالک کی پالیسی پر اندھا دھند عمل پیرا ہے۔ اور وہی ملک جو اپنے ہاں افزائشِ نسل کی ترغیب دے رہے ہیں، یہاں آبادی کم کرنے اور منصوبہ بندی کے لئے کثیر رقم بطور امداد مہیا کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت ہمارے ملک میں یہ تحریک اپنے پرے عروج پر ہے۔ بلکہ اس قسم کی افواہیں بھی شہر ہیں کہ عورتوں کو صرف تین بچے پیدا کرنے پر مجبور کر دیا جائیگا۔ بصورتِ دیگر عدالتیں عورتوں کو سزا دینے کی مجاز ہوں گی۔ یہ سزا مالی بھی ہو سکتی ہے اور بدنی بھی۔ ایک دو شعر پڑھئے اور سر پیٹ کر رہ جائیے۔

گھر دے جی ودھا کے توں بے مونسے مر جاویں سوچ سمجھ کے چلیں سبنا مڑ کے ناں کھپتاویں

لے واضح رہے کہ یہ مقالہ آج سے چار سال قبل شائع ہوا تھا جبکہ اشاعت کے لئے یہ عین حال ہی میں موصول

ہوا ہے (ادارہ)

لے اس عجیب و غریب جرمِ خواتین پر ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ کل بے ہیں تفاوتِ راہ از کچھ تباہ کجا۔ امریکہ میں توشیحِ آبادی کے اضافہ کیلئے مسئلہ کو ششیں ہو رہی ہیں لیکن اب لوگ از خود اس کی طرف راغب نہیں ہو رہے۔ حتیٰ کہ امریکہ کے زانا مراض کے ایک پروفیسر کو کہنا پڑا کہ:

”عجیب نہیں آبادی کی ایک معقول سطح برقرار رکھنے کے لئے ہر عورت کیلئے کم از کم دو بچے

پیدا کرنا ضروری قرار دیا جائے“ (ماہنامہ سکی گم، ۱۲ اگست ۱۹۷۷ء)

اک دو بچے ہوں جیتیرے گھر بنت بن جاؤ بہتی فوج داخدا کی جھ سکھ داسا نہ آدے
(ماہنامہ سکھ گھر ص ۱۹۷ اگست ۱۹۷۷ء)

اور ہمارے ملک میں اسے صرف تین تک رکھنے کی تدبیریں ہو رہی ہیں۔

اس پروپیگنڈہ کا نتیجہ یہ ہے کہ میدائش اطفال کے بارے میں جب تفصیلی باتیں چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبانی سنتے ہیں تو شرم سے سر جھک جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے منصوبہ بندی مراکز اور ان کے مشن سے آگاہ ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ ان کے والدین اس سلسلے میں کیا تدبیریں کرتے ہیں؛ بچے بند کرنے کی وجہ سے ان کی مائیں کن کن بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ اس موضوع پر وہ آئنا سیر حاصل تبصرہ کرتے ہیں کہ بڑے بھی ان کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے ہیں۔ آخر کیوں نہ ہو، عریاں اور بد معاشی کی حد تک پہنچا ہوا، ارزاں نرخوں پر مہیا ہونے والا لٹریچر بکثرت ہر جگہ مل جاتا ہے۔

ان ذواؤں کے ہمہ وقت ریڈیو اور ٹی وی کے پروپیگنڈے اور جگہ جگہ منصوبہ بندی کے مراکز قائم ہونے سے فوجیوں کنواروں میں بد قاشی و بے حیائی کی عام و باپل نکلی ہے۔ ہیجان انگیز لٹریچر، فحش و مریاں گانے، بے حیائی کی طرف دعوت دینے والے نظارے، اخبارات، رسالوں اور اشتہارات میں فحش مناظر، مخرب الاخلاق فلمیں اور گرم چیزوں کا بکثرت استعمال، ان سب نے مل کر فوجیوں کی نسل کے قلب و ذہن میں ایک آگ سی لگا دی ہے جس کے نتیجہ میں زنا اور دیگر امراض خبیثہ بکثرت پھیل رہے ہیں۔ بلکہ اخباروں کے اشتہار پڑھ پڑھ کر تو اندازہ ہوتا ہے کہ گویا قوم کا ہر فرد ہی جنسی سرایت ہے۔ پہلے لڑکیوں کو اپنی اور اپنے والدین کی عزت کا ڈر رہتا تھا، اب مائع عمل دواؤں نے ان کی بیشکل بھی دور کر دی ہے۔ ایسے ایسے عجیب واقعات سننے میں آرہے ہیں کہ جی عجوبہ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اب یہاں خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق شریعت کی سادہ تعلیم مختصر پیش کی جاتی ہے۔

لے یہاں ایک سوال رہ رہ کر ذہن میں باہر تازہ ہے کہ جو لوگ دوسرے فرقوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کو شرابگزی اور فساد امن عامہ قرار دیتے ہیں کیا وہ خود پاکستان میں بسنے والے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو اس جاسوز پروپیگنڈے کے ذریعے مشتعل نہیں کر رہے؟

لے مجھے ایک دو ماہ تک ہاتھ اسٹا اخبار میں، پڑھنا، ملاحظہ ہو، معلوم ہوتا تھا کہ گویا

۱۔ پیدائش و موت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے :

”خلق الموت والحیاء ۛ لم یملکوا ۛ ان ۛ یکسدا حسن عملًا ۛ“

۲۔ وہ جس ذی روح کو جوہر بناتا ہے، اس کی روزی کا اہتمام بھی خود ہی فرماتا ہے :

”نحن نرزقکمْ وایاھم ۛ (بنی اسرائیل)

نیز فرمایا :

”وما من دابة فی الارض الا علی اللہ سرنا ۛ کلھا ۛ“

۳۔ وہ خاص حکمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ روئے زمین کی ہر مخلوق کو پیدا کر رہا ہے۔ کوئی مخلوق

بھی اس کے مقرر کردہ نصاب سے تہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے۔ اسی منصوبہ بندی کا یہ

نتیجہ ہے کہ دنیا کے ہر حصے میں مرد اور عورتیں مکمل تناسب کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ روئے

زمین کے ایک خطے میں صرف مرد ہی مرد پیدا ہو رہے ہوں اور دوسرے میں صرف عورتیں ہی عورتیں؛

”فجعل من الذؤجیر الذکرو الانثی ۛ (القیامۃ)

”پھر اسی سے مرد و عورت کے جوڑے پیدا کئے“

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ : معاشرہ میں ہر کنواری (الا ماشاء اللہ) کسی نہ کسی درجہ میں مردوں کی ہوس کا شکار ہو چکی ہے۔

۴۔ انسان مشاہدہ کر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ یا تو یہ ذمہ

کس طرح پورا ہوا کہ آج تک اس میں کسی زیر یا زبر کی تبدیلی نہیں ہو سکی۔ بالکل اسی طرح خداوند کریم نے

رزق اور خوراک کی بہم رسانی کا بھی ذمہ لے رکھا ہے۔ اگر خدا نخواستہ رزق کی پیداوار اور

تقسیم کا کام کلینۃ انسانی ہاتھوں میں ہوتا تو اس وقت دنیا کی نصف آبادی بھوک سے دم توڑ چکی ہوتی۔

اسی لئے خوراک کی بہم رسانی کا کام اس نے اپنے اختیار میں رکھا۔ اور جس طرح حفاظت قرآن کریم کا

خدا کی ذمہ آج تک من و عن پورا ہوا ہے، بعینہ ہر انسان کو اس کا رزق پہنچ رہا ہے۔ چاہے وہ کسی

جنگل میں رہتا ہو یا صحرا میں۔ اسی لئے تو وہ اتنا تاکید حکم فرماتا ہے :

”اپنی اولاد کو مغسلی اور نازداری کے اندیشے سے مت تسل کرو، کیونکہ ہم ان کو بھی رزق دیتے

ہیں اور تمہیں بھی بیشک ان کا قتل انتہائی سنگین اور گناہ ناجرم ہے“ (دینی اسٹریٹ

آیت نمبر ۳)

۴۔ اس نے دنیا کی کسی چیز کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ ہر انسان اس دنیا کی سیٹیج پر اپنا کر ڈار کسی نہ کسی صورت میں ادا کر رہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

”إِنَّمَا كُنْتُمْ كَشْفُكُمْ لَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا“ (قصہ)

”بیشک ہم نے ہر چیز اندازے سے پیدا کر رکھی ہے!“

۵۔ اسلام اولاد کو رزق الہی قرار دیتا ہے اور رزق الہی کو حرام قرار دے لینے سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے:

”قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَيْهِمْ“ (الانعام)

”جن لوگوں نے اپنی اولاد کو نادانی سے سمجھ بوجھ کے بغیر قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو رزق عطا فرمایا تھا، اللہ پر افتراء باندھتے ہوئے اسے اپنے اہل حرام قرار دے لیا یقیناً وہ خسارے میں ہیں۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد کو جائز نہ رکھی بھی شکل میں ہو، حرام قرار دیا ہے۔

۶۔ قتل اولاد سے روکنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قتل اولاد کو طاف دعوت دینے والے ہر محرک کا بھی سد باب کر دیا ہے۔ مثلاً:

(۱) وہ تو کل علی اللہ سکھاتا ہے کہ ہر ذی روح کو روزی اپنا جناب سے عطا فرماتا ہے اس لئے ہمیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۲) عورت اپنی معاش میں مصروف ہونے کی بنا پر وظیفہ ولادت سے بھاگتی ہے۔ مگر اسلام میں اسے معاش سے بالکل بے فکر کر دیا گیا ہے۔ باپ اپنی بیٹی کا اور شوہر اپنی بیوی کا مکمل طور پر کفیل ہے۔ یہاں مرد کا کام کا کر لانا ہے تو عورت کا کام اس کی کائی سے گھریاں پہلانا اور بچوں کی تربیت و پرورش کرنا ہے۔

(۳) اسلام میں عورت کی بہترین علی اور ذہنی خدمت یہی قرار دی گئی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو شفقت سے پالے پوسے اور پھر ان کی مناسب تربیت کر کے ان کو مخلص مسلمان بنا دے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”تَزَوُّجُوا نَوَدَّ دَدَ الْوَلَدِ يَا قَوْمَ مَكَانَهُ بَكْمُ الْأُمَمِ“ (البوداؤد، نسائی)

”ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو خاوند سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے

والی ہو۔ بیشک میں تمہاری کثرت کی بنا پر روزِ نیامت دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔
(۵) اسلام مادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا اور اسراف سے سختی سے منع کرتا ہے۔ اس لئے
اس میں معیارِ زندگی کو اتنا زیادہ بلند کرنا جس کی خاطر میاں بیوی دونوں معاش ہی کی
فکر میں لگے رہیں۔

”وَلَا تُبْسِلْ ثِيَابَ تَبَدُّلٍ خِزْيَاتِ الْمُبْتَدِلِينَ كَالَّذِينَ إِذَا أَتَوْا مُطِيعِينَ وَكُفَّ اللَّهُ عَنْهُمْ
يَتَذَكَّرُ كَقَوْمٍ“ (بنی اسرائیل)

”فضول خرچی مت کرو۔ بیشک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان
اپنے رب کا ناشکر ہے۔“

اس طرح اسلام میں ان تمام خفیہ مخفی مشغلوں اور عیش و تنعم کی راہ آپ سے آپ بند ہو جاتی
ہے جو انسان کو نیچے پیدا کرنے سے مانع ہوتی ہیں۔

(۷) وہ رزقِ جلال پر پابند ہونا سکھاتا ہے اور ہر طرح کی ناجائز آمدنی سے روکتا ہے۔ اگر کوئی
شخص اپنی جائز آمدنی سے اپنے خاندان کی کفالت نہیں کر سکتا تو اس کے لئے زکوٰۃ اور صدقہ
وصول کرنے کی راہیں کھول دی گئی ہیں۔

دوم اسلام مہذب دنیا اور خیر خواہی کو مسلمانوں کا بنیادی فرض قرار دیتا ہے۔ رشتہ داروں
اور مسایلوں کے حقوق پورے کرنے کی تلقین کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ انفاق فی
سبیل اللہ ہر ابھارتا ہے تاکہ معاشی دھڑ میں پیچھے رہنے والے لوگ کسی غلط کام پر
مجبور نہ ہو جائیں۔

اس لئے اسلامی بنیادوں پر مبنی معاشرے میں وہ سنگین صورتِ حال پیش آ ہی نہیں سکتی جو
انسان کو اولاد کی پیدائش اور پرورش سے عاجز کر دے۔

اب یہاں اسی نقطہ نظر سے قدرے تفصیل سے بحث کی جاتی ہے تاکہ ضبطِ ولادت کے
حامیوں کے دلائل کا ابطال بھی ہو جائے۔

۱۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے :

”اَللّٰهُ الْخَلْقُ وَالْاٰمْرُ“ (الاعراف)

کہ ”خلاقِ مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور حکم بھی اس کا چلتا ہے۔“

یعنی اس دنیا کا حقیقی فرمانروا اللہ تعالیٰ ہے۔ تین چیزوں کا تصرف اس نے مکمل طور پر اپنے

ہاتھ میں رکھا ہے۔ جیسے کہ فرمایا :

تبارک المدی بیداء الملت وهو علی کل شیء قدید الذی خلق الموت والحیاء
لینلوکم ایکس احسن عبادہ

”کہ وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں حقیقی فرمانروائی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا ہے“

گویا یہ تین چیزیں پیدائش، زندگی اور موت ہیں جو مکمل طور پر اسی کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔ ان میں کوئی سرمورد و بدل نہیں کر سکتا۔ موت اپنے وقت پر آکر رہتی ہے اور روئے زمین کے تمام ڈاکٹر اور معالج مل کر بھی ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر نہیں کر سکتے۔ نہ وہ کسی کو موت کے چنگل سے بچھڑا سکتے ہیں۔

یہ مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ اگرچہ انہیں اپنے عزیزوں کی موت سے سوگوار اور غمزدہ ہونا پڑتا ہے مگر اس کو بردنے کے لئے کوئی تدبیر نہیں کر سکتے۔ بعینہ پیدائش بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ جس روح کو پیدا کرنا چاہتا ہے، روئے زمین کے تمام لوگ مل کر بھی اسے نہیں روک سکتے۔ اگر پیدائش کا معاملہ انسان کے اپنے پس میں ہے اور جس عورت کے ہاں بچے زیادہ پیدا ہوتے ہیں، اس کا علاج کرنا انسان کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر وہ ان کو مرنے والی عورتوں کے بارے میں کیوں خاموش ہے جو صرف ایک بچہ کے لئے ترستی ہیں۔ کیوں نہ ایک ایک بچہ ان کے ہاں ہمارے ڈاکٹروں نے پیدا کر دیا، اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیدائش کا معاملہ انسان کے اپنے پس کا روگ نہیں ہے۔ خصوصاً ایک مسلمان کیلئے تو کسی طرح زیبا نہیں ہے کہ وہ اس قسم کا عقیدہ رکھے کہ افزائش نسل کے سلسلہ میں ان کی اپنی سمجھ اور عقل کو بھی کچھ دخل ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رزق کی تقسیم اپنی حکمت سے فرماتے ہیں کہ کسی کو تو بادشاہ بنا دیتے ہیں اور کسی کو نان شبینہ کا بھی محتاج کر دیتے ہیں حالانکہ اللہ رب العزت کے عزائم بڑے وسیع اور بھرپور ہیں۔ بالکل اسی طرح اولاد کے معاملہ میں بھی وہاں ایک پلان تیار ہے اور اسی پلان کے تحت جن کو نوازا جاتا ہے۔ کسی کو صرف روٹ کے عطا فرماتا ہے، کسی کو صرف روٹیاں، کسی کو روٹ کے روٹیاں ملا کر اور کسی کو بالکل ہاتھ کر دیتا ہے۔

”إِنَّكَ مِنْكَ السُّلُوتِ وَالْأَرْضِ تَخْلُقُ مَا تَشَاءُ وَتَهْتَبُ لِمَنْ تَشَاءُ
إِنَّمَا رِزْقُكَ يَخْلُقُ مَا تَشَاءُ وَتَهْتَبُ لِمَنْ تَشَاءُ وَتَهْتَبُ لِمَنْ تَشَاءُ وَتَهْتَبُ لِمَنْ تَشَاءُ

يَجْعَلُ مِنْ تَشَاءِ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ (الشوریٰ)
 ”آسمان وزمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے۔ جسے چاہے
 لڑکیوں سے نرا دیتا ہے، جسے چاہے لڑکے عطا کر دیتا ہے۔ یا پھر کسی کو لڑکے اور
 لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے، بیشک وہ جاننے والا،
 قدرتوں والا ہے۔“

چنانچہ رموزِ مملکت خسرواں و اند“ کے مصداق وہ جس کو جس حال میں رکھے ہوئے ہے،
 اس کی حکمت سے وہ خود آگاہ ہے۔ دوسرے اس میں بصر کر کے والے کون ہوتے ہیں اور
 تنقید کرنے کا ان کو حق کیا ہے؟

۲۔ یہ دلیل کہ وسائلِ خوراک روز بروز گھٹتے جا رہے ہیں، اور اگر آبادی اسی طرح بڑھتی
 رہی تو تمام انسان ایک روز بھوک اور قحط سے مر جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی رزاقیت اور
 ربوبیت پر برا و راست حملہ ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے، تاریخِ عالم میں کوئی ایسا
 موقع نہیں آیا کہ دنیا صرف خوراک کی کمی کی بنا پر تباہ ویرباد ہو گئی ہو۔ ہاں:
 (۱) سنتِ الہی یہ ہے کہ جب کسی قوم میں اللہ کی نافرمانی اور اس کی حدود سے سرکشی آخری
 حدود کو چھو جائے تو وہاں عذابِ الہی کے طور پر قحط نازل ہوتا ہے۔ زمین بے پھل
 ہے، بارش رک جاتی ہے اور انسان بھوک سے مرنے لگتا ہے۔

اس کے برعکس جب کوئی قوم اللہ سے ڈرے، اس کی فرمانبرداری اختیار کرے تو آسمان
 وزمین سے برکتوں کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں۔ اور خوشحالی اس عزتک اس کے
 قدم چومتی ہے کہ پھر زکوٰۃ وصول کرنے والا کوئی نہیں ملتا اور زکوٰۃ ادا کرنے والے
 حیران و پریشان ہو جاتے ہیں کہ زکوٰۃ کسے ادا کریں؟

”نَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ
 مِدْرَارًا ۝ وَ يُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مَاءً دُونَ ذِي الْحُلَيْمِ ۝ فَ يُخْرِجُ بِهِ ظُفْرًا مِثْلَ النَّجْمِ ۝
 يَتَجَلَّجَلُ فِي الْوَادِعِ الْكَوْكَبُورُ ۝ فَ تَرَى الْأَرْضَ فَارَّةً ۝ وَ السَّيَاطِينَ خَافَتُهَا ۝
 فَ تَرْجِعُ الْبُحْرَيْنِ ۝ ثُمَّ تَقُودُ إِلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَ تَجْعَلُ لَكُمُ الْيَمِينَ ۝ وَ تَجْعَلُ لَكُمُ الْيَمِينَ ۝ وَ تَجْعَلُ لَكُمُ الْيَمِينَ ۝“ (نوح)

(حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ، اپنے رب سے بخشش مانگو، بیشک وہ بخشنے
 والا ہے۔ پھر وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسا دے گا، تمہارے مال و
 اولاد میں برکت دے گا اور تمہیں باغات اور نہریں عطا فرمائے گا؟

”وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَآتَمَّوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ وَ
الْأَرْضِ“

اور اگر وہ (یہود) ایمان لاتے اور اپنے رب سے ڈرتے تو ہم ان پر آسمان و
زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے!

(ب) اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی مخلوق کو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ ان کا رب بھی ہے۔ اور ان کی
پرورش کے سلسلہ میں جملہ ضروریات و حاجات کو بھی وہ پورا فرماتا ہے۔ وہ حی و قیوم
ہستی جو خود زندہ و جاوید ہے اور کارخانہ قدرت کی زندگی جب تک چاہے برقرار
رکھنے والی ہے، بھلا اپنی مخلوق کی ضروریات سے کیونکر غافل و عاجز ہو سکتی ہے۔ انسان
کے لئے اس دنیا میں سب سے فردری چیز ہوا ہے جس کے بغیر اس کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔
یہ ہر انسان بلکہ ہر ذی روح کو ہر لمحہ میسر ہے۔ اور آج تک دنیا میں کوئی انسان صرف
اس وجہ سے مرنے نہیں پایا کہ اس میں کمی واقع ہو گئی ہو یا اسے دستیاب نہ ہوئی ہو۔
دوسری بنیادی ضرورت پانی ہے۔ تو اس کی بھی قدرت نے بہتات رکھی ہے کہ پورے
کرۃ ارض میں صرف ایک حصہ خشکی ہے جبکہ زمین کا باقی ۳/۴ حصہ سمندر ہے۔ کیا انسان
کی پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دنیا کا ۳/۴ حصہ سمندر ناکافی ہے؟ اور کیا کبھی کوئی
شخص صرف اس وجہ سے بھی ہلاک ہوا کہ پانی اس دنیا میں ناپید ہو گیا تھا؟

تیسرے نمبر پر انسان کی بنیادی ضرورت خوراک ہے۔ تو دیکھیے کہ یہ خوراک ہمیں کن بے شمار
ذرائع سے حاصل ہو رہی ہے؟ درخت، پودے، گیہاں، پھل، اناج، ترکاریاں، دالیں،
مچھلی، گوشت، مکھن، گھی، دودھ وغیرہ۔ پھر اس قدرت نے ہماری زمین کو معدنیات سے
مالا مال کر رکھا ہے۔ سونا، چاندی، مٹی، کاتیل، سلور، تانبا، چسپم، لوہا، کوئلہ وغیرہ۔ لکھ کے
مفسر و ناظر عرب آج تیل کے چشموں کی بدولت مالا مال ہو چکے ہیں۔ ایک ایک کمیٹ سے
اب سال میں کئی کئی فیصلیں حاصل ہو رہی ہیں۔ مشینوں کی مدد سے کم سے کم وقت میں زیادہ
سے زیادہ پیداوار حاصل ہو رہی ہے۔ اور وسائل کا سب سے اہم اور ناقیامت ختم نہ ہونے
والا ذریعہ خود حضرت انسان ہے۔ انسانی دماغ، اور انسانی محنت، کام کی لگن، ہرماحول میں
ڈھل جانے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی اہلیت، پھر ضرورت کے مطابق ایجاد
کر لینے کا ملکہ قدرت کے گرانقدر عطیے ہیں۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے انسان وسائل کی کمی کا کبھی

لگہ نہیں کر سکتا۔ یاد رکھئے کہ انسان تو وسائل اور سرمایہ پیدا کر لیتا ہے مگر سرمایہ یا وسائل انسان کو پیدا نہیں کر سکتے۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ پوری دنیا کا قابل کاشت رقبہ استعمال ہو چکا ہے، کیا کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ زمین اپنی ساری معدنیات اگل چکی ہے، اور آئندہ کے لئے بائجنجہ ہو چکی ہے، یہ اب کچھ پیدا کرتی ہے نہ اپنے اندر سے کوئی معدن اگل سکتی ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کوشش اور جدوجہد کی افزوں کے ساتھ ساتھ زمین ہر روز اپنے راز ہائے سرایت ہمارے سامنے کھول رہی ہے اور ابھی بہت سے راز اس کے سینے میں محفوظ ہیں۔ جنہیں بنی آدم کو کوشش کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ مجھے کہتے دیکھئے کہ زمین کا ہمارے لئے وسائل خوراک سے معمور ہونا کوئی اتفاق نہیں ہے بلکہ یہ اس رب جل و علا کی منصوبہ بندی اور حکمت عملی ہے۔ وہ اپنے کارخانے میں، مخلوق میں جتنا اضافہ کرتا ہے، ان کے وسائل غذا کو بھی اسی نسبت سے پیدا کرتا اور بڑھاتا رہتا ہے۔ اگر ہم راسخ العقیدہ مسلمان ہیں تو پھر ہمارے ذہن میں یہ بات کس طرح آسکتی ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے وسائل خوراک گھٹتے جا رہے ہیں اور پھر لطیف یہ کہ مالتفس کے ستر صفوں صدی میں پیش کئے گئے اس نظریہ کو کہ دنیا عنقریب وسائل خوراک کی کمی یا خاتمہ کی بنا پر ہلاک ہو جائے گی، تاریخ انسانی کس طرح باطل قرار دے چکی ہے

ہم پاکستانیوں کو ڈرایا جاتا ہے کہ تھوڑی مدت کے بعد ہماری آبادی پھج کر پھٹ کر بڑھ کر بارہ کروڑ ہو جائے گی۔ پھر ہم ایک دوسرے کو کھانا شروع کر دیں گے اور قحط و بربادی ہمارا مقدر ہوگا۔ مگر ہمارا ایمان ہے کہ دنیا میں جو علاقے قحط کا شکار ہو رہے ہیں، وہ اس لئے نہیں ہو رہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے خزانہ عامرہ میں سے خوراک ختم ہو چکی ہے۔ بلکہ ان کے متعدد دوسرے اسباب ہیں۔ جن میں سے نمایاں ترین سبب یہ ہے کہ ان کی دولت کو ترقی یافتہ ممالک سائینک بنیادوں پر اپنے ہاں منتقل کر رہے ہیں۔ اور مہم جہت استیصال کے ذریعہ ان کو تلاش کر رہے ہیں۔

بنگلہ دیش ہی کو لیجئے، جو دنیا کا زرخیز ترین خطہ ہے۔ مگر دشمنوں نے اس خطہ کو آج کس بری طرح بدعالی میں مبتلا کر رکھا ہے، ہم چین گولی کرتے ہیں کہ اکیسویں صدی میں قحط کا سامنا پاکستان کو نہیں بلکہ یورپ کو کرنا پڑے گا۔

۳۔ ایک دلیل یہ دی جاتی ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے رہائش کی جگہ روز بروز کم ہو رہی ہے۔ یہ دلیل بھی بے وزن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی یہ بندوبست کر رکھا ہے کہ جو

متنفس اس دنیا میں آیا ہے، اسے لازماً اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے تاکہ وہ آئندہ نسل کے لئے جگہ خالی کر جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کتنی بڑی نعمت کے طور پر یاد دلاتے ہیں:

”قُلْنَا الْإِنْسَانُ مَا الْكَفُورُ • مِمَّنْ أَعْيٰ شَيْعٰى خَلَقْنٰهُ • مِمَّنْ نُّنْفِخُ خَلْقَهُ فَنَفَّارًا تَجَالِي سَبِيلَ يَسْرًا • ثُمَّ أَمَاتْنٰكَ فَأَنصَبْنٰكَ • (رحمن)

”انسان پر اللہ کی مہربانی کیسا ناشکرا ہے، (وہ سوچتا نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے پیدا فرمایا؟۔ نطفہ ہے اس کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر بنائی، پھر اس کے لئے راستہ آسان کر دیا، پھر اس کو مار کر قبر میں دفن کر دیا“

دنیا میں ہر وقت زلزلے، سیلاب، طوفان، حادثات اور دیگر ارضی و سماوی آفات آتی رہتی ہیں جس سے آبادی میں توڑ پھوڑ جاری رہتی ہے۔ اور اب حضرت انسان کے تیار کردہ مہلک ہتھیار جو ایک ہی وال میں پوری دنیا کو صفرِ ہستی سے نابود کر سکتے ہیں، مومن پر سہاگہ ہیں۔ آبادی میں شکست و ریخت جاری رہنے کے باوجود انسان کو یہ گلہ ہے کہ زمین اس کی رہائش کے لئے روز بروز تنگ ہو رہی ہے۔ براعظم آسٹریلیا نو کچھ عرصہ قبل ہی دریافت ہوا ہے۔ اور خدما معلوم ابھی زمین پر کتنے قابل رہائش خطے موجود ہیں جن کو مغرب قدرت ہمارے سامنے کھول کر رکھ دے اور پھر معروف دنیا کا بھی وسیع حصہ صحراؤں پر مشتمل ہے جو انسانی کاوش کے ذریعہ قابل رہائش بن سکتا ہے۔ خود اپنے پاکستان میں کراچی سے پشاور تک سفر کر کے دیکھ لیں کہ ابھی تک کاشت کے قابل اور رہائش کے قابل کتنا رقبہ خالی پڑا ہے؟

۴۔ اس سلسلہ میں ایک وزنی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس سے ماں اور بچہ کی محبت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اگر یہ دلیل معقول ہے تو پھر وہ عورتیں کیوں سدا کی مرلین رہتی ہیں جن کے ہاں ایک بھی بچہ پیدا نہیں ہوتا اور جب ہر وقت اپنے ملاج کے لئے پانی کی طرح پیسے بہاتی رہتی ہیں۔ یا وہ عورتیں جن کے ہاں پانچ چھ سال کے وقفہ سے اولاد ہوتی ہے، وہ کیوں بیمار ہوتی ہیں؟ کنواری لڑکیوں کی محبت کیوں گری رہتی ہے اور پھر مرد کیوں بیمار ہوتے ہیں، مجھے کہنے دیجئے کہ آج ہمارے ملک میں عورتوں سے چند لوگوں کے سوا تقریباً ہر آدمی بیمار ہے۔ خواہ وہ جوان ہے یا بوڑھا، عورت ہے یا مرد، بچہ ہے یا جوان، ہر گھر کا حکم اور ڈاکٹر موجود ہے۔ پھر شہرؤں کے لوگ دیہاتیوں کی نسبت زیادہ بیمار ہوتے ہیں۔ اس ہمہ گیر زوالِ محبت کی اصل وجہ تعلقات کی زیادتی، سادہ اور فطری زندگی سے فرار و ویرانگی کی کمی اور غمزدگی کا ناخالص ہونا ہے۔ اور پھر دلیل میں صحیح وزن جب پیدا ہو گا جب آپ

یہ ثابت کر دیں کہ جو عورتیں ضبطِ ولادت کے لئے دوائیں استعمال کر رہی ہیں، یا جو مرد اس غرض کے لئے ٹیکے لگواتے ہیں، ان کی عام جسمانی صحت متاثر نہیں ہوتی۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ایسی دواؤں کے استعمال سے عورتوں کے جسم پھول رہے ہیں، دل کمزور ہو رہے ہیں، رحم زخمی پڑ چکے ہیں، بے تا حد کی ایامِ عام ہو چکی ہے، مردوں کے رنگ اور خون بڑھ چکے اور چہرے کی فطری رونق ختم ہو چکی ہے۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ ضبطِ ولادت کے سلسلہ میں بعض ایسی چیزیں استعمال ہیں جن سے طبعِ انسانی بار بار کرتی ہے اور اس طرح یہ زوجین کی خواہش فطری طریقے سے پوری کرنے میں روکاؤٹ بنتی ہیں چنانچہ اس بنا پر مردوں اور عورتوں میں ایک مستقل سیما کی کمی کیفیت ہمدونیت موجود رہتی ہے۔ جس کے بہت سے نفسیاتی، طبی اور اعصابی مضر اثرات نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات زہریت پاگل پن تک پہنچ جاتی ہے۔

سوم۔ ضبطِ ولادت کی کوئی دوا بھی سو فیصدی کامیاب نہیں ہے۔ ان کو استعمال کرنے والی عورتوں کی اکثریت طرح طرح کے امراض کا شکار ہے اور کئی عورتیں تو ایسی کوششوں میں اپنی جان تک سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ بعض دفعہ ایسی دواؤں کے استعمال کے باوجود جب حمل قرار پا جاتا ہے تو پھر وہ اسقاطِ حمل کی تدبیریں کرتی ہیں، جن سے اکثر ان کی جان پہ بن جاتی ہے۔ اور اگر خوش قسمتی سے بچ بھی جائیں تب بھی آئندہ حمل کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں۔ علاوہ ان میں ان دواؤں کے استعمال سے لولے، لنگڑے، اندھے اور اعصابی بزدل پیدائے ہوئے لگتے ہیں۔

۵۔ ہر بچہ جو اس دنیا میں رونق افروز ہوتا ہے، وہ اپنی قسمت ساتھ لے کر آتا ہے۔ چنانچہ وہ ابھی شکمِ مادر ہی میں ہوتا ہے کہ اس کے لئے روزی کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں اور اس کیلئے تمام عمر کے رزق کا حساب لکھ دیا جاتا ہے۔ میرا ذاتی مشاہدہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے کثیر العیال بنایا اور انہوں نے زیادتی اولاد کو اللہ کا احسان اور رحمت شمار کیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے حقوڑے ہی عرصے میں رزق سے بھی مالا مال کر دیا۔

(جاری ہے)